تولید انسانی کے جدید طریقوں کے شرعی احکام

تحریر: مولانا ڈاکٹر عبدالواحد، نائب مفتی جامعہ مدنیہ لاہور

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

تولید کے جدید طریقے یہ دو ہیں:۔

۱۔ مصنوعی تخم ریزی Artifcial Insemination

۲۔ ٹیسٹ ٹیوب بار آوری Test Tube Fertilisation

مصنوعی تخم ریزی Artifcial Insemination

اس طریقہ میں مرد کا مادہ منویہ حاصل کر کے مصنوعی طریقے سے عورت کے رحم میں داخل کیا جاتا ہے۔ مرد کا مادہ منویہ استمناء بالید سے حاصل کیا جاتا ہے۔

استمناء بالید

جو شرعاً ممنوع و حرام ہے وہ وہ ہے جو محض لذت کیلئے مرد اپنے ہاتھ سے کرے ضرورت و مجبوری کے وقت بیوی کے ہاتھ سے استمناء جائز ہے۔ البتہ بلا ضرورت محض لذت کیلئے ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اگرچہ تولید کے اس طریقے میں استمناء بالید سے لذت حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا لہذا اس غرض سے جواز کی گنجائش ہے کہ مرد اپنے ہاتھ سے استمناء کرے لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ استمناء بیوی کے ہاتھ سے ہو۔

مصنوعی تخم ریزی کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:

پہلی صورت: مادہ منویہ اپنے زندہ شوہر کا ہو۔

احکام

۱۔ اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ شوہر کا ہوگا اور ثابت النسب ہوگا۔

۲۔ شوہر کے ساتھ مجامعت یا خلوت کی نوبت تو نہیں آئی تھی لیکن شوہر کی منی

اپنے فرج میں داخل کی یا کرائی۔ اس کے بعد شوہر نے طلاق دے دی تو عدت گزارنا پڑے گی۔

۳۔ اگر طلاق رجعی کے بعد شوہر کی رضامندی سے عدت کے دوران ایسا کیا ہو تو ثبوت نسب کے ساتھ ساتھ شوہر کا رجوع بھی ثابت ہوگا۔

دوسری صورت: مادہ منویہ اپنے مردہ شوہر کا ہو یا شوہر طلاق بائن یا مغلظہ دے چکا ہو۔ شوہر وفات پا گیا ہو جبکہ اس کا مادہ منویہ محفوظ کیا ہوا ہو۔

احکام

۱۔ عدت ختم ہو چکی ہو تو بیوہ کیلئے اس مادہ کا استعمال جائز نہیں اور موت کی وجہ سے نکاح ختم ہو جانے کے باعث اب وہ مادہ غیر شوہر کا ہو گیا ہے۔

۲۔ عدت کے دوران بھی جائز نہیں کیونکہ یہ ایسی مدت ہے جو نکاح کے بقیہ آثار کے ختم ہونے کیلئے مقرر کی گئی۔

عرفها فی البدائع بانها اجل تضرب لا نقضاء ما بقی من آثار النكاح

جبکہ یہ عمل تو ایک نیا عمل ہے۔ سابقہ نکاح کا بقیہ اثر نہیں ہے۔

تیسری صورت: مادہ منویہ غیر شوہر کا ہو لیکن اس کو شوہر کا سمجھ کر داخل کیا۔

احکام

۱۔ عورت کو عدت گزارنا پڑے گی اور جب تک عدت ختم نہ ہو چکے تب تک اس کا شوہر اس سے صحبت نہیں کر سکتا اور نہ گناہگار ہوگا۔

۲۔ اگر اس سے حمل ٹھہر گیا تو وضع حمل تک عدت ہوگی اور یہ بچہ اس شخص کا ہوگا جس کی منی عورت نے غلطی سے اپنے فرج میں داخل کی۔

چوتھی صورت: مادہ منویہ غیر شوہر کا ہو لیکن اس کی رضامندی کے بغیر عورت نے دھوکہ سے اس کو اپنے فرج میں داخل کیا ہو۔

احکام

۱۔ ایسا کرنا عورت کے حق میں حرام اور سخت گناہ ہے۔ اور عورت تعزیر کی مستحق

ہوگی۔

۲۔ عدت اور نسب کے مسائل وہی ہیں جو تیسری صورت کے گزرے ہیں۔

پانچویں صورت: مادہ منویہ غیر شوہر کا ہو لیکن اس کی رضامندی سے عورت نے وہ منی اپنے فرج میں داخل کی۔

احکام

۱۔ ایسا کرنا حرام ہے۔

۲۔ چونکہ یہ نطفہ حرام ہے لہٰذا اس کو کچھ حرمت حاصل نہ ہوگی اور عدت نہ ہوگی۔

۳۔ اگر اس سے حمل ٹھہر گیا تو بچہ صاحب النطفہ کا تو کسی صورت میں نہیں ہوگا بلکہ شوہر کا بچہ شمار ہوگا الایہ کہ وہ اس کے اپنے سے ہونے کی نفی کرے اور گواہوں سے ثابت کرے کہ اس کی بیوی نے حرام مصنوعی تخم ریزی کرائی ہے یا عورت خود اس کا اقرار کرے۔

تنبیہ۔ ۱

جب عورت نے خود منی داخل نہ کی ہو بلکہ کسی لیڈی ڈاکٹر سے داخل کروائی ہو

i۔ اگر ڈاکٹر نے غلطی سے غیر شوہر کی منی داخل کی تو وہی احکام ہیں جو عورت کے غلطی کرنے کے صورت میں ہیں،

ii۔ اگر ڈاکٹر نے جانتے بوجھتے غیر شوہر کی منی داخل کی خواہ اس نے ایسا مطالبہ پر کیا ہو یا بغیر مطالبہ کے کیا ہو تو لیڈی ڈاکٹر بھی گناہ گار ہوگی اور تعزیر کی مستحق ہوگی۔

تنبیہ۔ ۲

مصنوعی تخم ریزی سے متعلق مذکورہ بالا احکام درمختار اور ردالمحتار میں دی گئی ان جزئیات سے حاصل کیے گئے ہیں۔

i. **اما النکاح الفاسد فلاتجب فیه العدة الاّ بالوطئی. قلت ومماجری مجراه مالو استدخلت منیه فی فرجها کما بحثه فی البحر**

ii. **اذا ادخلت منیا فرجها ظنته منی زوج او سید علیها العدة کالموطوء ة بشبهة .قال فی البحر ولم اره لا صیحابنا والقواعد لا تاباه**

لان وجوبها لتعرف براءة الرحم

iii. اذا دخلت منيه فی فرجها هل تعتد فی البحر بحثا نعم لاحتیاجهالتعرف براء ة الرحم

(قوله فی البحر بحثانعم)حیث قال ولم ارحکم ما اذا وطئها فی دبرها او ادخلت منیه فی فرجها ثم طلقهامن غیر ایلاج فی قبلها. وفی تحریر الشافعیة وجوبها فیهما ولا بد ان یحکم علی اهل المذهب به فی اثانی لان ادخال المنی یحتاج الی تعرف براء ة الرحم اکثر من مجرد الایلاج اه یعنی وما فی الاول فلا لان الوطئی فی الدبر ان کان فی الخلوة فالعدة تجب بالخلوة وان کان بغیر خلوة فلا حاجة الی تعرف البراء ة لانه سفح الماء فی غیر محل الحرث فلا یکون مظنة العلوق

iv. اذا عالج الرجل جاریته فیما دون الفرج فانزل فاخذت الجاریةماءه فی شئی فاستدخلته فرجها فی حدثان ذلک فعلقت الجاریة. وولدت فالولد ولده والجاریة ام ولدله

مصنوعی تخم ریزی کی شرعی حیثیت

ضرورت اور علاج عقم کے طور پر اس طریقہ کی پہلی صورت کو اختیار کرنا جائز ہے۔ بقیہ صورتیں ناجائزہیں۔

ٹیسٹ ٹیوب بار آوری Test Tube Fertilisation

اس طریقہ تولید میں میاں بیوی کے نطفےحاصل کر کے ایک ٹیسٹ ٹیوب (شیشے کی نلکی میں ا)میں انکا اختلاط کرایا جاتا ہے۔ اختلاط کی کامیابی پر جب علقہ کا ایک ابتدائی مرحلہ ہوتا ہے اس کو نلکی میں سے بیوی کے رحم میں منتقل کردیا جاتا ہے جہاں جنین پرورش پاتا ہے۔

یہ طریقہ چار مراحل پر مشتمل ہے

۱۔ شوہر کا نطفہ حاصل کرنا

۲۔ بیوی کا نطفہ (بیضۂ انثی)حاصل کرنا

۳۔ زوجین کے نطفوں کا ٹیسٹ ٹیوب میں اختلاط

۴۔ حاصل شدہ علقہ کی رحم میں منتقلی اور وہاں مزید پرورش

شرعی حیثیت

۱۔ مذکورہ بالا تمام مراحل علاج عقم کے طور پر جائز ہیں۔ لہذا اگر بعض عوارض کی بنا پر کوئی جوڑا اس طریقہ کو اختیار کر کے اولاد کے حصول کی کوشش کرتا ہے تو جائز ہے۔

۲۔ ٹیسٹ ٹیوب طریقے کا جواز صرف اسی صورت میں ہے جب میاں بیوی کے نطفوں میں اختلاف کیا گیا ہو اور بیوی کے رحم ہی میں جنین نے بعد میں پرورش پائی ہو۔ اس کے علاوہ باقی کی تمام صورتیں ناجائز ہیں۔

تنبیہ

یہ انتہائی ضروری ہے کہ ہر مرحلے میں ستر اور حجاب کا لحاظ رکھا جائے اور عورت سے متعلق مراحل کوئی لیڈی ڈاکٹر پورے کرائے۔

پہلا مرحلہ: شوہر کا نطفہ حاصل کرنا

اس پر کلام گزر چکا ہے۔

دوسرا مرحلہ: بیوی کا نطفہ حاصل کرنا

رحم کے دونوں جانب بادام کی شکل کا تقریباً ڈیڑھ انچ لمبا اور پون انچ چوڑا اور تین ثمن انچ موٹا ایک عضو ہوتا ہے جس کو انگریزی میں Ovary (یعنی کیسہ بیض) کہتے ہیں۔ اس میں خام بیضۂ انثی ہوتے ہیں جن کی تعداد بلوغت کے وقت پر کیسہ میں تقریباً ۳۵۰۰۰ ہوتی ہے۔ بلوغت سے سن ایاس تک ہر مہینے عام طور پر ایک اور کبھی کبھی شاذونادر دو یا اس سے زائد بیضۂ انثی پختہ ہو کر رحم میں داخل ہوتے ہیں۔

ٹیسٹ ٹیوب بار آوری کیلئے اپریشن کر کے پختہ بیضۂ انثی حاصل کیا جاتا ہے۔ رحم میں داخلہ کے بعد بار آور نہ ہونے کی صورت میں وہ عام طور سے بارہ سے چوبیس گھنٹے تک محفوظ رہتا ہے اس دوران اگر مرد کا نطفہ (جو کہ ایک وقت میں لاکھوں کرموں پر مشتمل ہوتا ہے) اگر رحم میں دخل ہوجائے تو عام طور سے بیضۂ انثی بار آور ہوجاتا ہے۔ یہ بار آوری ایک کرم سے ہوتی ہے۔ باقی ہلاک ہوجاتے ہیں۔

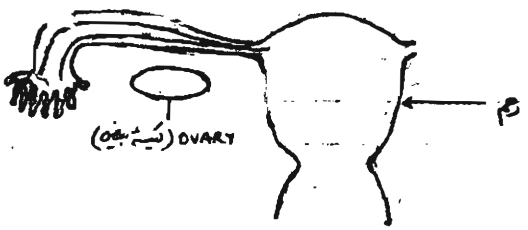

تیسرا مرحلہ: ٹیسٹ ٹیوب میں میاں بیوی کے نطفوں کا اختلاط اور زنانہ نطفہ کا مردانہ نطفہ سے بار آور ہو کر علقہ میں تبدیل ہونا

عام حالات میں یہ اختلاط اور بار آوری(Fertilisation) بیوی کے رحم میں واقع ہوتی ہے۔ جب کسی وجہ سے اس عمل اور مرحلہ کو ٹیسٹ ٹیوب میں کرایا جاتا ہے تب بھی اس عمل کی صورت بعینہ وہی ہوتی ہے۔ جو رحم کے اندر پیش آتی ہے۔ وہ صورت یہ ہے:

جب کرم منی کا ملاپ بیضۂ انثی سے ہوتا ہے اور کرم منی اس کی بیرونی دیوار (Zona Pellucida) سے مَس کرتا ہے تو مضبوطی سے اس کے ساتھ چپک جاتا ہے اور پھر تیزی سے بیضۂ انثی کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ بیضۂ انثی میں وہ آگے بڑھتے بڑھتے زنانہ پرومرکزہ(Female Pronculeus) کے قریب جا پہنچتا ہے وہاں اس کا سر اور مرکزہ پھول کر مردانہ پرومرکزہ (Male Pronucleus) کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور اس کی دم اس سے جدا ہو کر گھل جاتی ہے۔

اس وقت مردانہ پرومرکزہ زنانہ پرومرکزہ میں مدغم ہو جاتا ہے اور نتیجتاً ایک قابل تقسیم مرکزہ (Segmentation Nucleus) حاصل ہوتا ہے۔

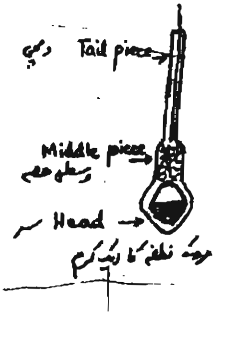

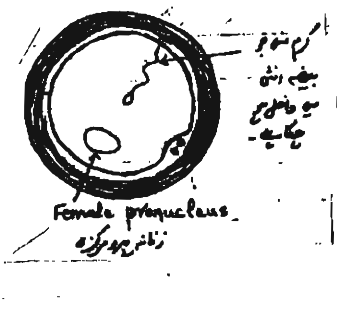

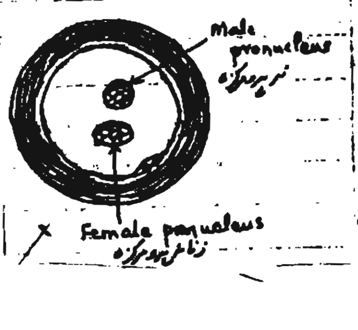

The Spermatozoon ,meanwhile ,moves forward until it lies inclose proximity to the female pronucleus .Its nucleus becomes swollen and forms the male pronucleus, while the tail is datached and degenerates .

When the spernatozoon meets the ovum it penerates the ovolemma by means of its head-cap .The tail becomes absorbed but the head and body pass in and the head forms the male pronucleus which fuses with th enucleus of the ovum (female pronucleus) to form the segenentation nucleus.

اسکے بعد بار آور بیضہ انثی کی تقسیم شروع ہوتی ہے اور تقسیم در تقسیم کا عمل تیزی سے چلتا ہے۔

The body of the spetmatozoon furnishes the apparatus necussary for the first division of the ovum, and thus initates segmentation ,which thereafter goes on rapidly by the ordinary proces of mitosis ,

(A Test -Book of Midwifery by Johnstone)

تقسیم در تقسیم کے عمل سے جو فوری شکل حاصل ہوتی ہے وہ علقہ کی ہوتی ہے۔

تنبیہ یاد رہے کہ حاصل شدہ علقہ مردانہ اور زنانہ نطفوں کی ماہیت سے جدا ماہیت رکھتا ہے اگرچہ اس کی ترکیب دونوں نطفوں سے ہوئی ہے لیکن کسی بھی طریقہ سے دونوں نطفوں کی سابقہ ماہیت باقی نہ رہی اور وہ ایک نئی ماہیت میں منقلب ہوگئے ہیں۔ اس علقہ میں کسی اور زنانہ نطفہ یعنی بیضۂ انثی کو بار آور کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ:

ایک خاصہ کے طور پر انسانی خلیہ میں ایک مخصوص قسم کے ذرات (Chromosomes) کی تعداد چھیالیس (۴۶)ہوتی ہے۔ مردانہ اور زنانہ نطفوں کے خلیات یعنی کرم منی اور بیضۂ انثی میں سے ہر ایک میں ان کی تعداد تیئیس (۲۳) ہوتی ہے۔ بار آوری اور ادغام سے تعداد اصل یعنی چھیالیس (۴۶)تک پہنچ جاتی ہے۔ اس طرح سے نطفہ کے برخلاف علقہ کے خلیوں میں سے ہر ایک میں ان ذارت (Chromosomes)کی تعداد چھیالیس ہوتی ہے۔

It may be well to recall at this point the chromosome mechanism which is now generally accepted as the benis of sex determination .The orignal spermatocyte cell contains 44 somatic chromosomes and 2 sex chromosomes which may be called X and Y From this cell spermatozoa arise by the maturation division , each containing 22 somatic chromosomes and one sex chsromosome either X R Y .The oocyte contains 44 somatic chromosomes and two sex chromosomes, both X , so that after maturatioin the ovum is left with 22somatic chromesomes and one sex chromosome X. The union of the ovum with spermatozoon with an X chromosome will reproduce th e full female complement of 44 somatic and 2 X chromosomes, making a total of 46 which is characteristic of the human species. the union of the ovum, with a spermatozoon with a Y sex chromosome will produce the male pattern of 44 somatic chromoosomes and 2 sex chromosomes, X and Y .

(A TEST -BOOK OF MIDWIFERY BY JOHNSTONE)

The main result of fertalizastion are.

1) restoration of the diploid number of chromosomes and
2) determination of the sex of the new individual .

(Medical Enbyology by the Langman)

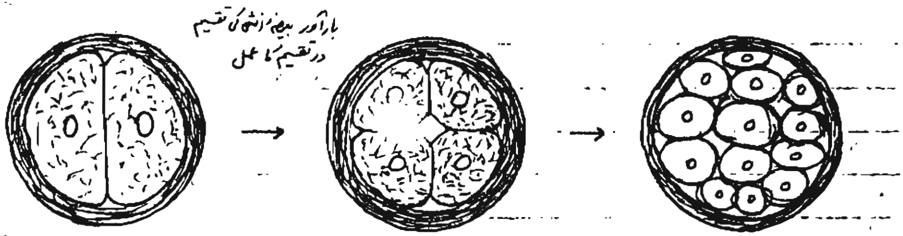

Two call stage
دو خلیاتی مرحلہ

Four cell stage
چار خلیاتی مرحلہ

8-16 cell stage
8-16 خلیاتی مرحلہ

چوتھا مرحلہ: حاصل شدہ علقہ کی رحم میں منتقلی اور وہاں مزید پرورش

علقہ کے ابتدائی مراحل میں یعنی جب آٹھ یا اس سے کچھ زائد خلیاتی مرحلہ حاصل ہوجاتا ہے تو اس کو ٹیسٹ ٹیوب سے رحم میں منتقل کردیا جاتا ہے۔ وہیں اس کی بقیہ نشوونما ہوتی ہے اور وہیں سے وضع حمل کے ساتھ بچہ جنم لیتا ہے۔

یہ علقہ جو میاں بیوی کے نطفوں کے اختلاط سے حاصل ہوا اس کو مزید پرورش کیلئے اگر بیوی کے رحم میں منتقل کیا جائے تب تو بچے کے ثابت النسب ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور کوئی اشکال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ اگر اس کو بیوی کے بجائے کسی اجنبی عورت کے رحم میں منتقل کیا جائے تو چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔ کیا بچہ ثابت النسب ہوگا؟

۲۔ بیوی یعنی صاحبۃ النطفۃ کا بچے کے ساتھ کیا تعلق ہوگا؟

۳۔ اجنبیہ یعنی صاحبۃ الرحم کا بچے کے ساتھ کیا رشتہ ہوگا؟

ان سوالات کا جواب جاننے کیلئے چند مقدمات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

مقدمات ضروریہ

(۱) بچے کی تخلیق مرد و عورت دونوں کے نطفوں سے ہوتی ہے۔ عادۃً ایسا ہی ہوتا ہے اور عادۃً صرف ایک کے نطفہ سے بچے کی تخلیق نہیں ہوتی۔

وهو استدلال على ان لها منيا كما للرجل والولد مخلوق منهما (مرقاة المفاتيح ج: ۲ ص: ۳۲)

(۲) مردانہ وزنانہ نطفوں کے اختلاط اور بیضۂ انثی کی بار آوری کے بعد جو علقہ حاصل ہوتا ہے اس میں کسی اور زنانہ نطفہ یعنی بیضۂ انثی کو بار آور کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی کیونکہ علقہ کی ماہیت اور ساخت کرم منی کی ماہیت اور ساخت سے مختلف ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل ہم اوپر بیان کرچکے ہیں۔

(۳) شریعت میں شوہر کے نطفہ کو احترام حاصل ہے جب تک اس کو حرام اور ناجائز محل میں نہ ڈالا گیا ہو۔ اور اگر حرام محل میں ڈالا گیا ہو تو پھر شوہر کے نطفہ کو وہ احترام حاصل نہیں رہتا۔ اسی لئے زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔ ایسا درحقیقت شوہر کے نطفہ اور

خود شوہر کی تذلیل کے طور پر ہے۔ البتہ اگر شبہ اور غلطی سے کسی اور عورت کو اپنی بیوی سمجھتے ہوئے اس سے صحبت کرلی تو چونکہ اس صورت میں شریعت کی مقرر کردہ حدود سے سرکشی کا قصد نہیں تھا بلکہ ایسا شبہ سے ہوا ہے لہذا شریعت ایسے شخص کی تذلیل نہیں کرتی اور اس شبہ کا فائدہ دیتے ہوئے اس شخص کا اور اس کے نطفہ کا احترام برقرار رکھتی ہے۔ یہاں تک کہ اس سے حمل ٹھہرجانے کی صورت میں اس سے نسب بھی ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ عورت شوہر والی ہو تو اس کے شوہر کو بھی روک دیاجاتا ہے کہ جب تک عورت عدت نہ گزار لے یعنی اس کے رحم کی فراغت نہ معلوم ہوجائے تب تک صحبت نہ کرے تاکہ اگر حمل ہو تو وہ اپنے نطفہ سے حمل کوملوث نہ کرے۔ یہ تلویث اس طرح نہیں ہوتی کہ دوسرے کے حمل میں داخل ہوکر اس کے نسب کو مشتبہ بنادے بلکہ نسب دوسرے کا ہی رہتا ہے اور اس کے نطفہ کے کچھ خارجی اثرات حمل پر پڑتے ہیں۔ اس کو حدیث میں یوں بیان کیا۔

لایسقی ماء احدکم زرع غیرہ (ایک کا پانی دوسرے کی کھیتی کو سیراب نہ کرے)

یعنی کھیتی تو دوسرے کی ہے اور رہے گی البتہ اس کے نطفہ کے کچھ خارجی اثرات پڑسکتے ہیں۔

(۴) پچھلے مقدمہ میں جائز و ناجائز محل کا ذکر ہے۔ محل یعنی رحم جنین کی حقیقت سے علیحدہ ایک چیز ہے وہ محل حمل ہے خود حمل یا اس کا جزو نہیں ہے۔ محل سے اصل مقصود حال یعنی بچہ ہوتا ہے جو مردانہ نطفہ کے زنانہ نطفہ کے ساتھ اختلاط وادغام کے نتیجہ میں حاصل ہوتا ہے تو محل میں ڈالنا خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ زنانہ نطفہ کے ساتھ اختلاط مقصود ہوتا ہے۔

(۵) جائز حمل اپنے بالکل ابتدائی مرحلہ سے ثابت النسب ہوتا ہے۔ حمل کے نسب کا کسی مرحلہ میں خواہ وہ ابتدائی ہو یا بعد کا کوئی ہو اثبات نہیں کیاجاتا۔ ثبوت کیلئے نہ حمل کی کوئی خاص مدت شرط ہے اور نہ ہی کوئی خاص محل ضروری ہے اور نہ ہی استبانۃ خلق کی احتیاج ہے اور نہ ہی وضع حمل اس کیلئے موقوف علیہ ہے۔ یہ ثبوت نسب نکاح کی وجہ سے ہوتا ہے۔

النسب الثابت بالنکاح لاینقطع الاباللعان (بدائع الصنائع ج:۳ ص:۲۴۶)

ترجمہ: نکاح سے ثابت ہونے والا نسب صرف لعان سے منقطع ہوتا ہے۔

اس دعوی پر چند مزید دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) شوہر کے نطفہ کو جبکہ وہ حلال محل میں ڈالا گیا ہو احترام حاصل ہوتا ہے اور شوہر کی طرف اس کی نسبت قائم رہتی ہے۔ اس کے برخلاف حرام محل میں ڈالنے سے اس کا احترام اور اس کی نسبت دونوں پدر اور باطل قرار پاتے ہیں۔ پھر جب شوہر کی طرف منسوب نطفہ بیوی کے نطفہ کے ساتھ مختلط ہوتا ہے تو اگرچہ اختلاط کی وجہ سے ماہیت بدل جاتی ہے لیکن نسبت کو منقطع کرنے والی کوئی بات نہیں پائی گئی۔ اختلاط سے پہلے نطفوں کی نسبت اپنے اپنے صاحب (یعنی شوہر اور بیوی) کی طرف تھی۔ اختلاط کے بعد حاصل شدہ مرکب کی نسبت اکٹھی دونوں کی طرف ہوگی۔

(ب) حدیث میں ہے

لایسقی ماؤ احدکم ذرع غیرہ (ایک کا پانی دوسرے کی کھیتی کو سیراب نہ کرے)

یہ حکم حمل کے دوران کا ہے۔ اس میں ذرع غیرہ فرمایا جس میں حمل کو منسوب بتلایا۔ نیز ذرع کو مطلق ذکر کیا کسی خاص مرحلہ کے ساتھ مقید نہیں فرمایا:

(ج) ذکر شمس الائمة السرخسی فی اصوله ان الجنین ما دام مجتنا فی البطن لیس له ذمة صالحة لکونه فی حکم جزء من الادمی لکنه منفرد بالحیواة معد لان یکون نفساله ذمة. فباعتبار هذا الوجه یکون اهلا لوجوب الحق له من عتق او ارث او نسب او وصیة وباعتبار الوجه الاول لایکون اهلا لوجوب الحق علیه

ترجمہ: شمس الائمہ سرخسی نے اپنی کتاب اصول میں ذکر کیا کہ جنین جب تک ماں کے پیٹ میں چھپا ہوتا ہے اس کیلئے کوئی باصلاحیت ذمہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ ماں کے ایک جزو کا حکم رکھتا ہے۔ البتہ چونکہ اس کو علیحدہ سے حیات حاصل ہے اور اس میں ذمہ دار نفس کی استعداد ہوتی ہے۔ لہذا اس اعتبار سے جنین اس کا اہل ہوتا ہے کہ اس کیلئے آزادی، میراث، نسب اور وصیت جیسے حق واجب ہوں جبکہ پہلی حیثیت کے اعتبار سے وہ اس کا اہل نہیں ہوتا کہ اس کے ذمہ دوسروں کے حق واجب ہوں۔

اور جنین کس کو کہتے ہیں؟ علامہ شامی ردالمحتار میں لکھتے ہیں:

هوالولد ما دام في الرحم.. ويكفى استبانة بعض خلقه كظفرو شعر(ج:٥ ص:٤١٦)

ترجمہ: بچہ جب تک رحم میں ہو اس کو جنین کہتے ہیں۔ اس کیلئے کسی عضو مثلاً ناخن اور بال کا بن جانا کافی ہے۔

(د) علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

الاحكام لا تترتب على الحمل للاحتمال . والارث والوصية يتوقفان على الولادة فيثبتان للولد لاللحمل وكذا العتق لانه يقبل التعليق بالشرط وانماكان له الرد بالعيب لان الحمل ظاهر والريح شبهة والرد بالعيب لايمتنع بل يثبت معها وكذا النسب يثبت مع شبهة بخلاف اللعان لانه من الحدود فلا يثبت معها.

ترجمہ: احکام کا ترتب حمل پر نہیں ہوتا کیونکہ حمل کے ثبوت میں شک واحتمال ہوتا ہے۔ میراث اور وصیت دونوں ولادت پر موقوف ہوتے ہیں۔ اور بچے کیلئے ثابت ہوتے ہیں حمل کیلئے نہیں۔ یہی حکم آزادی کا ہے کیونکہ وہ تعلیق شرط کو قبول کرتی ہے۔ مشتری کو جو عیب کی بنا پر خریدی ہوئی باندی (یعنی جس کو خریدنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ حاملہ ہے اور حمل کے عیب کی وجہ سے) واپس کرنے کا حق ہوتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حمل ہونا ظاہر ہے اور حمل کی جگہ نفخ ہونے کا محض احتمال وشبہ ہے اور عیب کی بنا پر واپسی شبہ سے ممتنع نہیں ہوتی بلکہ شبہ کے ہوتے ہوئے بھی ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح نسب بھی شبہ کے ہوتے ہوئے ثابت ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف لعان چونکہ حدود میں سے ہے لہذا شبہ کے ہوتے ہوئے ثابت نہیں ہوتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حمل کیلئے نسب ثابت ہوتا ہے۔ اور جیسے پہلے ذکر ہوا یہ ثبوت نسب نکاح کی وجہ سے ہوتا ہے۔

النسب الثابت بالنكاح لاينقطع الاباللعان (بدائع الصنائع ج:٣ ص:٢٤٦)

ترجمہ: نکاح سے ثابت ہونے والا نسب صرف لعان سے منقطع ہوتا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نسب خود ثابت ہونے والی چیز ہے اس کا اثبات نہیں

کیاجاتا کیونکہ اثبات نسب بھی قطع نسب کی طرح ایک حکم ہے اور
علامہ شہاب الدین شلبی لکھتے ہیں:

(قوله ولم ينف الحمل) وانما لم ينف القاضى نسب الحمل عن ابيه لان قطع النسب حكم عليه ولا تترتب الاحكام على الحمل ولاله قبل الا نفصال ولهذا لا يحكم له باستحقاق الوصية والميراث قبل الولادة اه حاشيه على التبيين)

ترجمہ: قاضی حمل کی نفی اس کے باپ سے نہیں کرے گا کیونکہ قطع نسب حمل کیلئے مخالف حکم ہے جبکہ ماں سے جدا ہونے سے پیشتر حمل کیلئے موافق ومخالف احکام کا ترتب نہیں ہوتا۔ اسی لئے ولادت سے پیشتر حمل کیلئے وصیت اور میراث کے استحقاق کا حکم نہیں لگایا جاتا۔

جب معلوم ہوا کہ حمل کیلئے نہ اثبات نسب ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے قطع نسب تو ثبوت نسب کیلئے ضروری ہے کہ وہ ابدائے حمل سے ہو کیونہ اگر وہ ابتدائے حمل سے نہ ہو بلکہ بعد کے کسی مرحلہ میں ہو مثلاً استبانتہ بعض خلق پر ہو تو جائز ہے اور ناجائز حمل دونوں اس امر میں یکساں ہونگے کہ ابتائے حمل سے لے کر استبانہ بعض خلق تک وہ غیر ثابت النسب ہونگے جبکہ یہ بات غیر معقول ہے کہ ایک وقت میں تو دونوں یکساں حکم رکھتے ہوں لیکن پھر اچانک کسی اور فارق کے وجود میں آئے بغیر دونوں کے حکم ایک دوسرے سے مختلف ہوجائیں۔ ایک ثابت النسب ہوجائے اور دوسرا غیر ثابت النسب ہوجائے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

ولو قال لا مراته وهى حامل ليس هذا الحمل منى لم يجب العان فى قول ابى حنيفة العدم القذف بنفى الولد وقال ابويوسف و محمد ان جاء ت بولد لاقل من ستة اشهر من وقت القذف فقد تيقن بوجوده فى البطن وقت القذف ولهذا لو اوصى لحمل امراته فجاء ت به لاقل من ستة اشهر استحق الوصيته . و اذاتيقن بوجوده وقت النفى كان محتملا للنفى اذ الحمل تتعلق به الاحكام فان الجارية ترد على بائعها ويجب للمعتدة النفقته لاجل حملها فاذا نفاه يلاعن . فاذا جاء ت به لاكثرمن ستة اشهر فلم تتقين بوجوده عند القذف لاحتمال انه حادث و لهذا لا تستحق

الوصيته ولابی حنيفة ان القذف بالحمل لو صح اما ان يصح با عتبار الثانی . لا وجه للاول لانه لا يعلم وجوده للحال لجواز انه ريح لا حمل ولا سبيل الی الثانی لانه يصير فی معنی التعليق بالشرط ولا يقطع نسب الحمل قبل الولادة بلا خلاف بين اصحابنا. اما عند ابی حنيفة فظاهر لانه لا يلاعن وقطع النسب من احكام اللعان . واما عندهما فلان الاحكام انما تثبت للولد لا للحمل وانما يستحق اسم الولد بالانفصال ولهذا لا يستحق الميراث والوصية الابعد الانفصال(بدائع الصنائع ج:۳ص: ۲۴۰)

ترجمہ: اگر ایسی حاملہ بیوی سے کہا کہ یہ حمل مجھ سے نہیں ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک لعان واجب نہیں ہوگا کیونکہ بچے کی نفی سے قذف معدوم ہے جبکہ امام ابویوسف اور محمد کہتے ہیں کہ اگر وقت قذف سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنا تو قذف کے وقت پیٹ میں اس کا ہونا یقینی ہوا۔ اسی لئے اگر وہ بیوی کے حمل کیلئے کوئی وصیت کرے اور پھر (وصیت کے وقت سے) چھ مہینے سے کم میں عورت بچہ جنے تو بچہ مستحق وصیت ہوتا ہے۔ تو جب نفی کے وقت ہمیں حمل کے ہونے کا یقین ہوگیا تو وہ نفی کے قابل بھی ہے کیونکہ حمل کے ساتھ (بھی) احکام کا تعلق ہوتا ہے کیونکہ باندی کو (حمل کے عیب کی وجہ سے) اس کے فروخت کنندہ پر واپس لوٹا دیا جاتا ہے اور معتدہ کیلئے اس کے حمل کی وجہ سے نفقہ واجب ہوتا ہے۔ تو جب شوہر نے حمل کی نفی کی تو وہ لعان بھی کرے گا۔ اور اگر چھ ماہ سے زائد عرصہ میں بچہ پیدا ہو تو قذف کے وقت حمل کا ہونا یقینی نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ وہ اس کے بعد ہوا ہو۔ اسی لئے (اس صورت میں) وصیت میں استحقاق نہیں ہوگا۔ ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ حمل کے ساتھ قذف اگر صحیح ہو تو یا زمانہ حال کے اعتبار سے صحیح ہوگا یا آئندہ زمانہ کے اعتبار سے صحیح ہوگا۔ پہلے کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ فی الحال حمل کے وجود کا علم نہیں ہے اس لئے ہوسکتا ہے وہ حمل نہ ہو ہوا بھری ہوئی ہو۔ اور دوسرے کی بھی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ تعلیق شرط کا معنی اس میں پایا جاتا ہے۔

ولادت سے پیشتر حمل کے نسب کو قطع نہیں کیا جائے گا۔ اس پر ہمارے اصحاب کا اتفاق ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو ظاہر ہے کیونکہ شوہر لعان نہیں کرسکتا جبکہ قطع

نسب لعان کا ایک حکم ہے۔ صاحبین کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ احکام بچے کیلئے ثابت ہوتے ہیں حمل کیلئے نہیں اور بچہ اس وقت کہلاتا ہے جب ماں سے جدا ہوجائے۔ اسی لئے ماں سے جدائی کے بعد ہی میراث اور وصیت کا مستحق بنتا ہے۔

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل دو نکات حاصل ہوئے:

(i) حمل شروع دن سے ثابت النسب ہوتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ جب وقت قذف سے چھ ماہ سے مثلاً چار دن کم میں بچہ پیدا ہو اور اس حمل کی کل مدت چھ ماہ ہو تو صاحبین کے نزدیک حمل کی نفی صحیح ہوئی۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ حمل اس وقت ثابت النسب ہو۔

امام ابوحنیفہ کا قول بھی اس کے مخالف نہیں کیونکہ ان کے قول کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ زمانہ حال میں حمل کے وجود کا علم نہیں ہے اور احتمال ہے کہ حمل نہ ہو فقط ہوا ہو۔ اس سے یہ مفہوم ہوا کہ اگر کسی طریقہ سے حمل کے وجود کا علم ہوجائے اور دیگر احتمال مرتفع ہوجائے تو ان کے نزدیک بھی نفی صحیح ہوگی اور صحت نفی اس کو مستلزم ہے کہ پہلے سے نسب ثابت ہو۔

(ii) یہ جو ذکر ہے کہ صاحبین کے نزدیک احکام ولد کیلئے ثابت ہوتے ہیں حمل کیلئے نہیں تو یہ بات یاد رہے کہ پہلے اس پر مفصل کلام گزر چکا ہے کہ حمل کیلئے ثبوت نسب نکاح سے ثابت ہوتا ہے۔ حمل کیلئے نسب کا اثبات نہیں کیا جاتا۔ اس لئے یہ حمل پر حکم لگانا نہیں ہے۔

مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات بخوبی واضح ہوگی کہ حمل ابتدا سے ثابت النسب ہوتا ہے۔

ایک اشکال

قران پاک میں ہے ان امھاتھم الا اللئی ولدنھم

اس آیت میں امومیت کیلئے وضع حمل کا ذکر ہے بلکہ امومیت کو صرف اسی عورت میں منحصر کیا ہے جس نے جنا ہو

حل

لفظ امھاتھم میں مضاف الیہ ضمیر ظھار کرنے والوں کی طرف راجع ہے اور آیت کا ترجمہ یہ ہے

ظھار کرنے والوں کی مائیں فقط وہ ہیں جنھوں نے انکو جنا ہے۔

اس میں اب دو احتمال ہیں۔

١۔ یا تو عادت پر محمول کیا جائے۔ اور عادۃ ماں بننے کے تین مراحل ہوتے ہیں۔

١۔ عورت کے نطفے کی مرد کے نطفے سے بار آوری

٢۔ بار آور نطفہ کا رحم میں قرار و نشو نما

٣۔ مدت پوری ہونے پر وضع حمل

لھذا مطلب یہ ہوگا کہ عادۃ ان کی مائیں وہ ہیں جن میں تینوں مراحل گزرے ہیں۔ اور وہ افراد جن میں اس عادت سے عدول ہے انکے بارے میں سکوت سمجھا جائے کہ ایک تو وہ کل انسانی آبادی کے تناسب سے گویا کالمعدوم ہیں اور عام ضابطہ میں شامل نہیں ہیں۔

اس بات کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ فقہاء کی اتنی صراحتوں سے ثابت ہوا کہ حمل ثابت النسب ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ انکی نظر میں وضع حمل کا ذکر احترازی نہیں بلکہ اتفاقی ہے۔

٢۔ اگر کوئی اس آیت کی بنا پر امومیت کےلے وضع حمل کو شرط قرار دینے پر مصر ہو تو پھر ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں اس آیت میں فقط ظھار کرنے والوں کا ذکر ہے اور عبارت النص ہے ظھار کرنے والوں کی ماوں کے بارے میں۔ لھذا ہم اس کو پیش گوئی بنا لیتے ہیں کہ ظھار صرف وہ لوگ کریں گے کہ جن کی ماؤں کا نطفہ بھی ان کی تخلیق میں شامل ہوگا اور وہ ان کو جنیں گی بھی۔ وہ لوگ جو مستعار رحم سے پیدا ہوں گے وہ ظھار ہی نہیں کریں گے۔

مذکورہ بالا مقدمات کی تمہید کے بعد اب ہم ان سوالات کا جواب دیتے ہیں جو پہلے ذکر کئے تھے۔

سوال نمبر ۱ - کیا بچہ ثابت النسب ہوگا

جواب - چونکہ غیر عورت کے رحم میں داخل کی جانے والی منی نطفہ نہیں ہے بلکہ جائز میاں بیوی کے نطفوں کے اختیلاط سے حاصل ہونے والا علقہ ہے - اور یہ حقیقت واضح ہوچکی ہے کہ میاں بیوی کے نطفوں کے اختیلاط سے حاصل ہونے والا علقہ ثابت النسب ہوتا ہے لہذا اس علقہ کی نشوونما اور ترقی سے جو بچہ حاصل ہو وہ بھی ثابت النسب ہوگا اور اس کا باپ وہ شوہر ہوگا جس کے نطفہ کا اختلاط اس کی بیوی کے نطفہ کے ساتھ ہوا ہے -

سوال نمبر ۲ - صاحبۃ النطفہ (بیوی) کا بچہ سے رشتہ

جواب - چونکہ یہ صاحب النطفہ کی بیوی اور علقہ کی تخلیق میں اس کا نطفہ استعمال ہوا ہے اور اوپر ہم بیان کر چکے ہیں کہ حقیقی ماں بننے کیلئے بچے کی تخلیق میں صرف اس کا نطفہ ہونا کافی ہے وضع وغیرہ اسکے لئے شرط نہیں ہیں - لہذا صاحبۃ النطفہ بچے کی حقیقی ماں ہوگی -

سوال نمبر ۳ - صاحبۃ الرحم (اجنبیہ) کا بچے سے رشتہ

جواب - یہ بچے کیلئے رضاعی ماں کی مثل ہوگی - اس کو حقیقی ماں قرار دیے جانے کے خلاف مندرجہ ذیل دلائل ہیں

(الف) اسکا نطفہ بچے کی تخلیق میں شامل نہیں -

(ب) اس کے رحم میں علقہ اس وقت منتقل کیا گیا جب میاں بیوی کے نطفوں کے اختلاط سے حاصل ہونے والے علقہ کا نسب ثابت ہوچکا تھا لہذا ثبوت نسب کی مزید حاجت نہیں -

(ج) اگر اس کو بھی حقیقی ماں قرار دیں تو تضاد لازم آتا ہے کیونکہ بیوی کے ماں ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہو جبکہ صاحبۃ الرحم (اجنبیہ) کو ماں کہنے میں ضروری ہے کہ بچے کا نسب شوہر سے ثابت نہ ہو -

تولید کا یہ طریقہ کہ زوجین کے نطفوں سے حاصل شدہ علقہ کی پرورش مستعار رحم میں ہو، اس کی شرعی حیثیت؟

یہ طریقہ کسی طرح بھی جائز نہیں۔ بچے کا ثابت النسب ہونا اس طریقے کے جواز وحلت کو مستلزم نہیں اس طریقے کے عدم جواز کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

١- درمنشور ج:٦ ص:٥ میں ابن سیرین اور حسن بن زیاد سے روایت ہے لا یعار الفرج (فرج کو عاریت میں نہیں دیا جاسکتا) بحوالہ جواھرالفتاوی ج:١ ص:١٩١ مفتی عبدالسلام صاحب چاٹگامی)

جبکہ اس صورت میں رحم وفرج دونوں کو عاریتاً لینا ثابت ہوتا ہے تو اجارہ تو بطریق اولی ناجائز ہوگا۔

٢- قرآن پاک میں ہے: نساء کم حرث لکم

ابن سیرین اور حسن بن زیاد کے مذکورہ بالا قول کی روشنی میں لام کے اختصاص کیلئے ہونے کی تعیین ہوئی اور مطلب یہ ہوا کہ یہ خاص تمہارے لئے کھیتیاں ہیں دوسروں کیلئے نہیں۔ لہذا غیر شوہر کے حمل کیلئے عورت کو عاریت یا اجارہ پر نہیں لیا جاسکتا۔

٣- اجارہ ویسے ہی خلاف قیاس ہے اور اس کا جواز محض ضرورت کی بنا پر ہے۔

والقیاس یابی جوازہ لان المعقود علیه المنفعة وهی معدومة واضافة التملیک الی ماسیوجد لا یصح الا انا جوزناہ لحاجة الناس الیه(هدایة. کتاب الاجارة)

جبکہ زیر بحث صورت میں ضرورت متحقق نہیں کیونکہ شوہر اگر اولاد کا خواہشمند ہے تو وہ اور بیویاں کرسکتا ہے نہیں تو بانجھ کو طلاق دے کر دوسری سے نکاح کرسکتا ہے۔

٤- امومیت میں باعث فضیلت چیز حمل اور وضع حمل ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

حملته امه کرها ووضعته کرها دوسری جگہ ارشاد الہی ہے:

حملته امه وهنا علی وهن

زیر بحث صورت میں صاحبۃ النطفہ شرف وفضیلت کے باعث وسبب سے محروم ہے جبکہ صاحبۃ الرحم اس باعث وسبب کی موجودگی کے باوجود امومیت حقیقی کے شرف وفضیلت سے محروم ہے۔

٥- فطرت انسانی جبکہ وہ سلیم ہو اس صورت سے اباء کرتی ہے۔